بحث ونظر

قرآن وسنت اور نسخ

——— مولانا محمد ناصر ایوب اصلاحی

قرآن مجید علوم وفنون کا بحر ناپیدا کنار ہے۔ علماء نے اس چشمۂ علم سے نامعلوم کتنے علوم وفنون کا اخذ واستنباط کیا ہے خود قرآن سے متعلق متنوع علوم اور اس کی شاخیں دریافت کیں اور ان کی تفصیل وتدقیق اور تنقیح وتشریح میں سیکڑوں صفحات تحریر کیے ہیں۔

چنانچہ علوم قرآن ایک مستقل بالذات فن ہے جس میں قرآن سے متعلق بے شمار مسائل زیر بحث آئے ہیں۔ یہ مسائل اور ان کی تفصیلات فہم قرآن کے باب میں بے حد معین ومددگار ثابت ہوتی ہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ علوم قرآن کے ضمن میں آنے والے مسائل سے واقفیت بہم پہنچائے بغیر قرآن مجید کا سمجھنا اور سمجھانا ممکن نہیں۔

قرآن مجید کے کتاب الٰہی ہونے کی یہ خود بہت بڑی دلیل ہے کہ اس ایک مختصر سی کتاب سے علوم وفنون کا ٹھاٹھیں مارتا دریا نکل پڑا جس کی روانی اور موجوں کی تابانی میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ ذیل میں علوم القرآن کی ایک شاخ، ناسخ و منسوخ، پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

نسخ کا لغوی معنیٰ

نَسَخَ باب فتح سے آتا ہے اس کے معنیٰ کسی چیز کو زائل کرنے اور مٹادینے کے ہیں، چنانچہ اہل عرب کہتے ہیں۔ نسخت الشمسُ الظل، یعنی دھوپ نے سایہ ختم کردیا۔ اس کے علاوہ یہ لفظ ایک چیز کو دوسری چیز کی جگہ رکھنے کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ اہل عرب نسخ بمعنیٰ نقل بھی استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں۔ نسخت الکتاب ای نقلته، کتبهٔ حرفا بحرف۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب نقل کرنے والا بعینہ وہی

الفاظ لکھ رہا ہو۔[1]

اصولین کے ایک طبقہ کے نزدیک نسخ زائل کرنے کے معنیٰ میں ہے۔ وہ قرآن کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ. جو کچھ بھی شیطان خلل اندازی کرتا ہے

الحج — ٥٢ اللہ اس کو زائل کر دیتا ہے۔

علماء کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ نسخ تبدیل کرنے اور ایک چیز کی جگہ دوسری چیز رکھنے کے معنیٰ میں ہے یہ حضرات اپنی دلیل میں سورہ نحل کی آیت (۱۰۱)

وَاِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بھیجتے (تبدیل کرتے) ہیں۔

پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آیت سے مراد کوئی حکم شرعی ہے۔ بعض حضرات نسخ بمعنی تحویل قیاس کرتے ہیں. چنانچہ وہ کہتے ہیں: **تناسخ المواريث**، جس کا مطلب ہے کہ میراث کو ایک شخص نے دوسرے شخص کی طرف منتقل کر دیا یا تحویل کر دیا۔[2]

اصطلاحی تعریف

نسخ کی اصطلاحی تعریف میں علماء کے مابین کوئی قابل لحاظ اختلاف نہیں پایا جاتا۔ اس کی تعریف بالعموم یہ کی جاتی ہے۔ **رفع الحكم الشرعي بدليل شرعي**، (کسی حکم شرعی کو کسی شرعی دلیل سے ختم کرنا) اس کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کہ ایک خاص زمانہ اور خاص حالات کے پیش نظر ایک حکم دیا جاتا ہے، پھر جب حالات دوسرے حکم کے متقاضی ہوتے ہیں تو خود قانون ساز پہلے حکم کو ختم کر کے دوسرا حکم نافذ کر دیتا ہے اس عمل کو نسخ کہا جاتا ہے اور جو حکم ختم ہوتا ہے اسے منسوخ، اور جو نافذ ہوتا ہے اسے ناسخ کہتے ہیں۔[3]

نسخ کی اہمیت اور اسلام

اسلامی شریعت کے دو بنیادی مآخذ ہیں: قرآن مجید اور سنتِ نبویؐ۔ ان سے

جو احکام ثابت ہیں وہ واجب العمل ہیں۔ ان میں کچھ ایسے احکام بھی ہیں جو کسی خاص مصلحت اور حکمت کے تحت ایک خاص اور متعین وقت کے لیے تھے۔ اس کے بعد وہ احکام ختم کردیے گئے۔ اس لئے شریعت اسلامیہ کے ان مآخذ پر غور و خوض اور ان سے اخذ و استنباط کرنے والے کے لئے علم نسخ سے واقفیت ضروری ہے۔ ورنہ شریعت اسلامیہ کے ایسے مسائل جن کے متعلق متعارض دلائل صحیح نص سے ثابت ہیں ان کو سمجھنا اور اس تعارض کو دور کرنا ممکن نہ ہوگا۔ علم نسخ کی اہمیت کا اندازہ سیدنا حضرت علیؓ کے اس قول سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کا ایک واعظ کے پاس سے گذر ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا: کیا تم ناسخ اور منسوخ کا علم رکھتے ہو؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: تم خود بھی ہلاک ہوئے اور دوسرں کو بھی ہلاک کیا۔[۴۲] اس کا مطلب یہ ہے کہ ناسخ اور منسوخ کے علم کے بغیر جو بات کہی جائے گی اس سے خود گم راہ ہونے اور دوسروں کو گمراہی میں ڈال دینے کا اندیشہ ہے۔

نسخ کا دائرہ اور اسباب

نسخ کا دائرہ قرآن مجید میں بہت ہی محدود ہے، کیوں کہ نسخ کا تعلق احکام و قوانین سے ہے، ایمانیات وعقائد یا اخلاقیات اور صفات باری تعالیٰ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے کہ یہ ایسے حقائق ہیں جن میں تبدیلی یا تغیر کا کوئی سوال ہی نہیں۔ البتہ احکام وقوانین کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ ان میں اگر کوئی ترمیم یا تبدیلی خود قانون ساز کرے تو اس کا اسے حق حاصل ہے۔ اس کا تعلق زمانہ اور حالات کے اختلاف سے ہے۔ اس سے احکام وقوانین میں پائیداری اور یک گونہ قوت پیدا ہوتی ہے۔ احکام میں نسخ کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ بندوں کی بعض فطری خامیاں تدریج اور تربیت کی متقاضی ہوتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر بے حد مہربان اور حکیم ہونے کی وجہ سے احکام کو نافذ کرنے میں تدریج وترتیب کو ملحوظ رکھا۔ اس ترتیب و تدریج کے اسباب درج ذیل ہیں:

الف: معاشرہ ذہنی وفکری طور پر کسی بہت بڑی تبدیلی کے لئے تیار نہیں تھا، بلکہ وہ تربیت اور ذہن سازی کا محتاج تھا تو وقتی اور عارضی احکام نازل ہوئے۔ پھر جب وہ ذہنی طور پر پختہ اور شریعت اسلامی سے ہم آہنگ ہوگیا تو ان وقتی احکام کی جگہ مستقل احکام صادر ہوئے، مثلاً ابتدا میں ورثہ کے حقوق کے تحفظ کے لئے وصیت کا حکم دیا گیا۔ بدکاری کے سدباب کے لئے ابتداء پنچائتی قسم کی تعزیرات کی ہدایت دی گئی۔ لیکن جب معاشرہ ایک صحیح اسلامی معاشرہ بن گیا تو وراثت کے آخری اور حتمی اور زنا کی معین حد نے ان عارضی قوانین کو منسوخ کر کے ان کی جگہ لے لی۔ ۵

ب: بعض قوانین کسی عارضی فتنے کے سدباب کے لئے نازل کئے گئے۔ مثلاً ابتدا میں نبی کریم ﷺ سے گفتگو کرنے یا رازدارانہ بات چیت سے ممانعت نہیں تھی۔ یہودیوں نے آپ ﷺ کو پریشان کرنے کے لئے طرح طرح کی سرگوشیاں شروع کر دیں تو حکم ہوا کہ اگر رسول اللہ ﷺ سے کوئی رازدارانہ بات کرنی ہو تو پہلے صدقہ کرو۔ لیکن جب یہ رجحان ختم ہوگیا تو یہ حکم بھی منسوخ ہوگیا۔ ۶

ج: بعض اوقات جماعتی مصالح احکام کی تبدیلی کا باعث بنتے ہیں۔ مثلاً جب مسلمان کم تھے اور ان کے اندر روحانی اور اخلاقی قوت زیادہ تھی تو میدان جنگ میں ایک مسلمان کے مدّ مقابل دس کفار قرار پائے۔ لیکن جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی اور ان کی روحانی واخلاقی قوت کم ہوگی تو ایک مسلمان کو دو کافر کے مدّ مقابل قرار دیا گیا۔ ۷

قرآن مجید میں وہ سارے احکام جو ناسخ اور منسوخ کی نوعیت کے ہیں یہ سب مصلحت عباد اور مصلحت دین پر مبنی ہیں۔ اس سے فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کے علم کا نقص نہیں، بلکہ اس کے وسیع اور کامل علم کا پتا چلتا ہے۔

نسخ قرآن

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ قرآن کریم کے ذریعہ تمام سابقہ آسمانی صحیفوں کے احکام منسوخ ہوگئے۔ اسی طرح اس بات پر بھی جمہور اہل سنت کا اتفاق ہے

کہ قرآن مجید نے خود اپنے بعض احکام کو بھی منسوخ کیا ہے، جس کے ثبوت میں مذکورہ بالا مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جو اسباب نسخ کے ضمن میں ذکر کی گئی ہیں۔اس طرح کی مثالوں کے علاوہ قرآن مجید کے بعض ایسے بیانات بھی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ خود قرآن نے بعض دفعہ اپنے بعض احکام کو منسوخ کر دیا ہے مثلاً:

مَـانَـنْسَـخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَـانَـاتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْمِثْلِهَا (البقرۃ-۱۰۶)	جوکوئی آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا اسے نظر انداز کرتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے مانند دوسری لاتے ہیں۔

اس آیت میں ایک حکم کو ختم کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم، جو اس سے بہتر یا کم از کم اسی جیسا ہو، لانے کی وضاحت موجود ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَمْحُوْا اللّٰهُ مَايَشَاءُ وَيُثْبِتُ (الرعد-۳۹)	اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔

اسی طرح ارشاد باری ہے:

وَاِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةً (النحل-۱۰۱)	جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرتے ہیں۔

اس آیت میں ایک آیت کو دوسری آیت سے بدلنے کی صراحت ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے واضح دلائل موجود ہیں جن سے بعض قرآنی احکام کا منسوخ ہونا ثابت ہوتا ہے۔اس لیے نسخ قرآن ایک حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔قدماء میں صرف ابو مسلم اصفہانیؒ نے نسخ فی القرآن کا انکار کیا ہے۔

ابو مسلم اصفہانیؒ کا نقطۂ نظر

ابو مسلم اصفہانی نے ان آیات کی، جن میں نسخ کی صراحت موجود ہے، عمدہ تاویل پیش کی ہے لیکن انھوں نے بالکلیہ نسخ کا انکار نہیں کیا ہے بلکہ صرف ان اقسام نسخ کو باطل قرار دیا ہے، جو آیت ''لايَـاْتِيْـهِ الْبَـاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلاَ مِنْ خَلْفِهٖ'' حم السجدہ-۴۲

(اس میں باطل نہ اس کے آگے سے داخل ہوسکتا ہے نہ اس کے پیچھے سے) سے ٹکراتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر نسخ کے معنٰی کسی حکم کو باطل یا منسوخ کرنے کے ہیں تو یہ لازم آئے گا کہ معاذ اللہ قرآن میں بھی باطل چیز موجود ہے، حالاں کہ مذکورہ آیت کا تقاضا ہے کہ قرآن میں نسخ نہ ہو۔ اسی لیے انھوں نے نسخ کو تخصیص سے موسوم کیا ہے، تاکہ کسی حکم قرآنی کے باب میں ابطال لازم نہ آئے۔ لیکن نسخ اور تخصیص کے درمیان بہت فرق ہے۔ عام حکم تخصیص کے بعد بھی معمول بہ رہتا ہے اور اس سے استدلال کیا جاتا ہے، جب کہ منسوخ حکم پر عمل کیا جاتا ہے نہ کسی مسئلے میں اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

عام طور سے علماء سورۂ بقرہ کی آیت ''مَانَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاتِ'' الآیۃ سے اثبات نسخ فی القرآن پر استدلال کرتے ہیں، لیکن ابو مسلم اصفہانی اس آیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے لازماً قرآن کریم میں نسخ کے وقوع کا پتا نہیں چلتا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد معجزہ ہے۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ آیت ''وَاِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ'' سے بھی مراد معجزہ ہے۔ مزید کہتے ہیں کہ اگر آیت مذکورہ میں نسخ کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس سے قرآن میں نسخ لازم نہیں آتا، بلکہ امکانِ نسخ کا پتا چلتا ہے۔ گویا وہ قرآن کریم میں جواز نسخ کے قائل اور وقوعِ نسخ کے منکر ہیں۔ وہ نسخ کو ابطال سے تعبیر کرتے ہیں جو ایک عیب ہے۔ اگر ان کی اس تعبیر اور تاویل کو تسلیم کرلیا جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ سنت کے اندر بھی نسخ نہیں ہونا چاہیے، اس لیے کہ سنت بھی حکم خداوندی ہے ''مَايَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ'' اس لیے اگر نسخ کوئی عیب ہے جس سے قرآن کا پاک رہنا ضروری ہے تو پھر یہ بھی لازمی ہے کہ سنت بھی اس عیب سے اسی طرح پاک ہو جس طرح قرآن پاک ہے۔ آخر یہ عیب سنت کے باب میں کیوں گوارا کیا جارہا ہے؟۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ نسخ نہ کوئی عیب ہے نہ کسی چیز کا ابطال، بلکہ یہ اللہ کی صفت علیم و حکیم اور رؤف و رحیم کا مظہر ہے۔ ورنہ اگر وہ ہر حال اور ہر زمانہ کے لیے ایک ہی حکم صادر فرمادیتا تو اس کے بندے کتنی ہی زحمتوں اور پریشانیوں کا شکار ہوتے اور امر خداوندی کی بجا آوری ان کے لیے سخت دشوار عمل بن جاتا۔

نسخ القرآن بالسنة

نسخ قرآن کے تعلق سے یہ بات بھی علماء کے درمیان موضوع بحث رہی ہے کہ قرآن مجید کا کوئی حکم سنت نبویؐ کے ذریعہ منسوخ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ کیا سنت نبویؐ قرآن مجید کی ناسخ ہوسکتی ہے جس طرح ایک آیت قرآنی دوسری آیت کی ناسخ ہوتی ہے؟ اس سلسلے میں علماء کی رائیں مختلف ہیں۔ شوافع سنت کو قرآن کا ناسخ نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں کہ سنت کا نسخ سنت سے اور قرآن کا نسخ صرف قرآن سے ہوگا۔ البتہ علماء احناف کا خیال ہے کہ احادیث متواترہ یا مشہورہ قرآنی آیات کو منسوخ کرسکتی ہیں۔ کیوں کہ جس طرح قرآنی آیات قطعی الثبوت ہیں اسی طرح احادیث متواترہ یا مشہورہ بھی قطعی الثبوت ہوتی ہیں، فرق صرف وحی متلو اور وحی غیر متلو کا ہے۔ چنانچہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ 'المسح علی الخفین' والی روایت نے کتاب اللہ کے حکم 'غسل الرجلین' (وضو میں دونوں پیروں کا دھونا) کو منسوخ کردیا ہے۔ اسی طرح آیتِ وصیت کو حدیثِ نبوی 'لا وصیة لوارث' (وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں) سے منسوخ مانتے ہیں۔ علامہ ابن حزم اندلسیؒ اخبار آحاد کو بھی قرآن کا ناسخ مانتے ہیں ۸۔

حنفیہ اور دوسرے علماء جو سنت کو ناسخ مانتے ہیں، ان کا دعویٰ بہت ہی کم زور اور بے بنیاد ہے۔ وہ تمام آیات جن کو سنت سے منسوخ قرار دیتے ہیں، اگر ان آیات اور ان ناسخ احادیث پر ذرا توجہ سے غور کیا جائے تو ان کا باہمی تضاد بہت آسانی سے رفع ہوجاتا ہے اور دونوں کی عمدہ تاویل سمجھ میں آجاتی ہے۔ متعدد ایسے دلائل موجود ہیں جو اس بات کی صراحت کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ کو تنسیخِ آیات کا اختیار نہیں دیا گیا تھا، مثلاً فرمایا گیا:

قُلْ مَا یَکُونُ لِیْ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِیْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوحیٰ اِلَیَّ (یونس . ۱۵)

اے نبیؐ ان سے یہ کہہ دو میرا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اس میں کوئی تغیر کروں۔ میں تو بس اس وحی کا پابند ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے۔

بلاشبہ نبی معصوم ہوتا ہے اور اس کا ہر قول وعمل اشارۂ خداوندی بلکہ حکمِ خداوندی کے عین مطابق ہوتا ہے۔ مگر اس کے باوجود نبی اپنے قول وعمل سے کسی حکم خداوندی کی تنسیخ نہیں کرتا، بلکہ اس کے مجمل کی تفصیل وتبیین اور عام کی تخصیص اور تقیید کرتا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ کیا حدیث قرآن پر حاکم ہوسکتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: معاذ اللہ، حدیث تو قرآن کی مفسر بن سکتی ہے، اس کے اوپر حاکم نہیں ۱۰؎۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی مشہور کتاب 'حجۃ اللہ البالغۃ' میں آیت کریمہ 'مَانَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْنُنْسِهَانَاتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْمِثْلِهَا'، پر بحث کرتے ہوئے نسخ کے تعلق سے بہت عمدہ اور محققانہ گفتگو کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ سنت آیتِ قرآنی کو منسوخ نہیں کرسکتی۔ انہوں نے اس حدیث نبوی سے بھی استدلال کیا ہے:

كلامی لاينسخ كلام الله و كلام الله ينسخ كلامی و كلام الله ينسخ بعضه بعضا. ۱۱؎	میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرسکتا اور اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرسکتا ہے اور اللہ کا کلام اپنے بعض کو منسوخ کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نسخ کے باب میں فرمایا ہے کہ جب وہ کسی حکم یا آیت کو کسی دوسرے حکم یا آیت سے بدلتا ہے تو وہ دوسرا حکم یا آیت سابق سے بہتر یا اس کے مانند ہوتی ہے چنانچہ فرمایا گیا:

مَانَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْنُنْسِهَانَاتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْمِثْلِهَا (البقرة-۱۰۶)	جوکوئی آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا اسے نظر انداز کرتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے مانند دوسری لاتے ہیں۔

اور یہ معلوم ہے کہ سنت نہ مثل قرآن ہے اور نہ اس سے بہتر۔ اس لیے وہ قرآن مجید کی ناسخ نہیں ہوسکتی۔ اس تفصیل کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ نسخ قرآن بالسنۃ کے باب میں علماء احناف کا نقطۂ نظر صحیح نہیں معلوم ہوتا اور قوی مذہب وہ ہے جو جمہور علماء نے اختیار کیا ہے کہ سنت قرآن کی ناسخ نہیں، بلکہ اس کی مفسّر، مبیّن، مخصّص اور مقیّد ہے۔

نسخ السنة بالقرآن

علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ قرآن کے ذریعہ نسخ صرف قرآن تک محدود ہے، احادیث نبویؐ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ لیکن علماء کے ایک طبقہ کے نزدیک قرآن سنت کو بھی منسوخ کرسکتا ہے۔ یہ حضرات اپنی دلیل میں مختلف مثالیں پیش کرتے ہیں۔ مثلاً قرآن میں جب ماہ رمضان کے روزے کی فرضیت آئی ''فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهرَ فَلْيَصُمْهُ'' تو یوم عاشورہ کا روزہ، جو حدیث سے ثابت تھا، منسوخ ہوگیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں ہیں، مثلاً تحویل قبلہ اور رمضان میں شب میں مباشرت کی اجازت وغیرہ۔ جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بعض احکام نبوی کو قرآن نے مناسب وقت اور موقع پر منسوخ کیا ہے۔ اس لیے یہ تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ قرآن مجید سنت کے لیے ناسخ ہوسکتا ہے اور اس سے سنت کا نسخ ثابت ہے۔

امام شافعیؒ کا نقطۂ نظر

امام شافعیؒ کا خیال ہے کہ جس طرح سنت قرآن کو منسوخ نہیں کرسکتی اسی طرح قرآن بھی سنت کو منسوخ نہیں کرسکتا۔ ان کے نزدیک قرآن کا نسخ صرف قرآن سے اور سنت کا نسخ صرف سنت سے ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اپنی مشہور کتاب ''الرسالۃ'' میں لکھتے ہیں:

''اگر یہ مان لیا جائے کہ سنت کا نسخ کتاب اللہ سے ہوسکتا ہے، تو ہر اس سنت کے بارے میں، جو بظاہر قرآن کے موافق نہیں ہے، کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ قرآن اس کے بعد نازل ہوا ہو، اس لیے وہ سنت منسوخ ہوگئی ہے، یا قرآن کے خلاف ہونے کی وجہ سے سنت کی صحت کا ہی انکار کردیا جائے۔ ایسی صورت میں بہت سے احکام کے بارے میں، جن کا ثبوت سنت سے ہے، منسوخ ہونے کا احتمال پیدا ہوجائے گا۔ مثلاً بیع کی تمام قسمیں، جن کو نبیؐ نے حرام قرار دیا ہے، ان کے بارے میں یہ احتمال پیدا ہوسکتا ہے کہ آپؐ نے آیت ''أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا'' (البقرة-۲۷۵) سے پہلے انہیں حرام قرار دیا تھا، اب اس آیت کے بعد آپؐ کے وہ احکام منسوخ ہوگئے۔ اسی

طرح آپؐ نے متعدد زانیوں کو رجم کی سزا دی ہے، اس کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ آپؐ کا یہ عمل آیت: ''اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِأَةَ جَلْدَةٍ '' (النور-۲) کے نازل ہونے سے قبل کا ہے، اس لیے اس آیت کے بعد آپؐ کا یہ عمل منسوخ ہو گیا اور اب کسی زانی کو رجم کی سزا نہیں دی جائے گی صرف سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ موزے پر مسح کرنا صرف سنت سے ثابت ہے، اس کے بارے میں کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ آپؐ کا یہ عمل اور حکم آیت وضو سے قبل کا ہے، اس لئے ''المسح علی الخفین'' والا حکم آیت وضو سے منسوخ ہو گیا''۔[۱۲]

یہی وہ اسباب ہیں جن کی بنا پر امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ سنت کا نسخ صرف سنت ہی سے ہو سکتا ہے، کتاب اللہ سے نہیں۔ امام شافعیؒ کی اس رائے اور ان کے دلائل کو خود بہت سے علمائے شوافع قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ امام فراہیؒ نے امام شافعیؒ کی طرف سے اٹھائے ہوئے اشکالات کا جواب دیا ہے اور ان کے بنیادی اعتراض کو باوزن تسلیم کرتے ہوئے اس کا عمدہ حل پیش کیا ہے۔

مولانا فراہیؒ کا جواب

مولانا حمید الدین فراہیؒ کہتے ہیں کہ سنت نام ہے نبیؐ کے اس حکم و امر کا جو ثابت شدہ اور صحابہ کے درمیان معلوم و معروف ہو۔ پس ایسی کوئی سنت پائی ہی نہیں جاتی جو کتاب اللہ کے خلاف ہو۔ جہاں کہیں ایسی صورت محسوس ہوتی ہے وہاں ہمارے فہم کا قصور ہے۔ ورنہ سنت تو کتاب اللہ کی تشریح و توضیح ہوتی ہے۔ اس لئے سنت کتاب اللہ کی مخالف ہو ہی نہیں سکتی کہ نسخ وغیرہ کا احتمال پیدا ہو، البتہ کوئی خاص حدیث قرآن اور ثابت شدہ سنت کے خلاف ہو سکتی ہے اور جب ایسی صورت پیش آئے تو ہمیں فوراً اس حدیث کا انکار نہیں کر دینا چاہئے، بلکہ اس کے معنٰی و مفہوم اور صحت کے پہلوؤں پر غور کرنا چاہئے، یہاں تک کہ یہ واضح ہو جائے کہ حدیث کتاب و سنت کے خلاف نہیں ہے یا وہ روایت ہی صحیح نہیں ہے۔

مولانا فراہی امام شافعیؒ کی 'الرسالۃ' کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

كل ماذكر الامام فلا يخلو من ضعف، والقران يأبى هذه الاحتمالات ولكن نفس المسئلة كما ذهب اليه الامام، فانه لا توجد سنة مخالفة للكتاب ، انما هي بيان للكتاب اوزيادة عليه، والزيادة من الرسول مفروضة الطاعة بنصّ الكتاب، واذا كانت السنة والكتاب لا توجد المخالفة بينهما فلا موضع للنسخ بينهما، فهذه اصل المسئلة ولم يرد الامام الى هذه القدر ولكن بقى أمر خفي وهو ان السنة ما ثبت عن النبيّ وقد علمه الصحابة و عرفوه ، فان روى راوٍ ما يخالف القران او سنة معلومة احتجنا الى التأمل في معناه او صحته حتى يتضح انه اما غير مخالف للكتاب او السنة او غير موثوق بصحته، وكثير مما يظنون ان السنة مخالفة فيه الكتاب ليس الابيانا لما في الكتاب.

امام شافعیؒ نے جو کچھ ذکر کیا ہے وہ ضعف سے خالی نہیں ۔ قرآن اس طرح کے احتمالات کو قبول نہیں کرتا۔ لیکن نفس مسئلہ جسے امام صاحب نے اٹھایا ہے ، صحیح ہے۔ کیونکہ کوئی سنت ایسی نہیں پائی جاتی جو کتاب اللہ کے خلاف ہو۔ وہ تو کتاب اللہ کا بیان ہے یا پھر نبیؐ کی طرف سے حکم زائد۔ اور نبی کی زیادتی کا واجب الاطاعت ہونا نصِ کتاب سے ثابت ہے۔ پس جب قرآن و سنت کے درمیان کوئی اختلاف ہی نہیں پایا جاتا تو ان دونوں کے ایک دوسرے سے منسوخ ہونے کا سوال ہی نہیں اٹھتا ۔ یہی اصل مسئلہ ہے ۔لیکن امام صاحب اس حد تک نہیں جاسکے۔ مگر ابھی ایک مخفی امر باقی ہے، وہ یہ کہ سنت نام ہے اس چیز کا جو نبیؐ سے ثابت ہو اور صحابہ کے درمیان معلوم و معروف ہو۔ اب اگر کوئی شخص کوئی ایسی روایت نقل کرے جو قرآن یا سنت معلوم کے خلاف ہو تو ہمیں اس کے مفہوم و معنی اور اس کی صحت کے پہلوؤں پر غور کرنا ہوگا، تا آں کہ یہ واضح ہوجائے کہ وہ کتاب وسنت کے خلاف نہیں ہے، یا وہ صحت کے لحاظ سے نا قابل اعتبار ہے۔ بہت سے ایسے امور جن کے بارے میں لوگ سمجھتے ہیں کہ سنت کے خلاف ہے، درحقیقت وہ کتاب کا بیان ہے، لیکن وجہ بیان لوگوں پر ظاہر نہ ہوسکی۔

مولانا فراہیؒ کی اس توضیح کے بعد امام شافعیؒ کے تمام اشکالات رفع ہوجاتے ہیں اور یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ قرآن اور سنت ثابتہ کے درمیان کوئی ٹکراؤ نہیں ہے، سنت سے کتاب اللہ کی توضیح وتفسیر ہوتی ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

علماء یہود احکام کے باب میں کسی طرح کا نسخ تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا خیال ہے کہ اگر احکام الٰہی کے باب میں نسخ جائز مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رائے میں تبدیلی کرتا رہتا ہے۔ العیاذ باللہ ایک زمانے تک اس نے ایک حکم کو مناسب اور قابل عمل سمجھا، بعد میں اس نے یہ سمجھا کہ یہ چیز نامناسب ہے، لہٰذا اس کی جگہ دوسرا حکم جو زیادہ مناسب اور بہتر خیال کیا، نافذ کردیا اور پہلے حکم کو کالعدم قرار دے دیا۔ ظاہری بات ہے کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے، اس لیے تصور نسخ ایک باطل اور غلط خیال ہے۔ یہ اعتراض بظاہر جتنا باوزن اور معقول نظر آتا ہے درحقیقت اتنا ہی کم زور اور بے بنیاد ہے۔ نسخ سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر کسی قسم کا حرف نہیں آتا، یہ تو حکمتِ الٰہی کے عین مطابق ہے۔ نسخ کا مطلب رائے کی تبدیلی نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ بتانا ہوتا ہے کہ کون سا حکم کس زمانے تک اور کن حالات کے لئے مناسب ہے۔ ناسخ یہ نہیں بتاتا کہ اس کے ذریعہ منسوخ ہونے والا حکم نامناسب اور غلط تھا، بلکہ وہ پہلے حکم کی مدت نفاذ متعین کرتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ پہلا حکم جتنے دنوں تک نافذ رہا اس مدت کے حالات کے لحاظ سے وہی مناسب تھا۔ اور بدلے ہوئے زمانے اور حالات میں اس کی جگہ یہ دوسرا حکم مناسب اور بہتر ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے کوئی حکیم مریض کے حالات کی تبدیلی کی بنیاد پر دوران علاج اپنے نسخوں میں تبدیلی کرتا رہتا ہے اور مریض کو ہدایت دیتا ہے کہ ان احوال میں یہ اور یہ کرنا اور یہ نسخے استعمال کرنا اور فلاں اور فلاں قسم کی تبدیلی پر تمھیں ایسا ایسا کرنا ہے اور یہ یہ دوا استعمال کرنی ہے۔ اس بنیاد پر نسخ کو اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی عیب تصور کرنا سراسر غلط فہمی ہے اور نسخ کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ پھر یہ

بات بھی ہے کہ نسخ صرف شریعت اسلامیہ کی خصوصیت نہیں ہے، بلکہ پچھلی شریعتوں میں بھی نسخ کا عمل جاری رہا ہے۔ چنانچہ عہد نامہ قدیم و جدید میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ کسی سابقہ حکم کو کسی نئے حکم کے ذریعہ منسوخ قرار دے دیا گیا۔[۱۳]

منسوخ آیات کی قسمیں

نسخ قرآن کے قائل بہت سے علماء نے منسوخ آیات کی تین قسمیں قرار دیں ہیں۔

۱۔ منسوخ التلاوہ والحکم :-یعنی ایسی آیت جس کا حکم بھی منسوخ ہے اور الفاظ بھی۔ وہ آیت قرآن مجید میں درج نہیں ہے، اس لیے اس کی تلاوت نہیں ہوتی۔

۲۔ منسوخ التلاوہ دون الحکم :-یعنی آیت کے صرف الفاظ منسوخ ہو گئے ہیں وہ مصحف میں درج نہیں ہیں، اس لیے اس کی تلاوت نہیں ہوتی، البتہ اس کا حکم باقی ہے اور وہ نافذ العمل ہے۔

۳۔ منسوخ الحکم دون التلاوہ :-یعنی حکم منسوخ ہو گیا ہے، اب اس پر عمل نہیں ہوگا، البتہ اس آیت کے الفاظ مصحف میں موجود ہیں اور ان کی تلاوت واجب ہے۔

مذکورہ قسموں میں پہلی دو قسمیں اپنے پیچھے دلیل و برہان کی کوئی قوت نہیں رکھتی ہیں۔ یہ محض ذہنی اختراع اور بے بنیاد افکار و خیالات ہیں۔ قرآن کا ثبوت تواتر سے ہے اور کسی بھی خبر متواتر سے مذکورہ دونوں اقسام ثابت نہیں کی جاسکتیں، اس لیے ان کا بطلان بالکل ظاہر و باہر ہے۔ یہ بے بنیاد باتیں قرآن مجید کے اندر تحریف کا دروازہ کھولنے والی ہیں۔ البتہ آخر الذکر قسم قرآن مجید کے بلند معیار اور اس کے اعلیٰ اوصاف کے عین مطابق ہے۔ اس کو بحث و تحقیق کا موضوع بنایا جاسکتا ہے۔ اسی لئے بالعموم علماء نے اسی ایک قسم کو تسلیم کیا ہے اور اسے موضوع بحث بنایا ہے۔

منسوخ آیات کی تعداد

علماء متقدمین کے نزدیک نسخ کا بہت وسیع مفہوم تھا۔ اس لیے ان کے یہاں

منسوخ آیات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مگر محققین علماء نے بہ صراحت یہ واضح کیا ہے کہ وہ بہت سی آیات، جنہیں ہمارے مفسرین کرام منسوخ قرار دیتے ہیں، دراصل وہ منسوخ نہیں، بلکہ محکم ہیں۔ متقدمین عام کی تخصیص، مطلق کی تقیید اور مجمل کی تفصیل وغیرہ کو بھی نسخ ہی میں شامل کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے نزدیک منسوخ آیات کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔ لیکن جب نسخ کا ایک متعین اور محدود مفہوم طے قرار پاگیا کہ جب دو آیتوں کے درمیان قطعی تعارض ہو، تطبیق کی کوئی شکل ممکن نہ ہو اور تاریخ سے یہ ثابت ہو کہ اس میں ایک متقدم ہے اور ایک متأخر تو متقدم کا نسخ تسلیم کیا جائے گا، یا پھر کوئی حدیث رسولؐ صراحت کرے، یا کسی صحابی کا کوئی صریح قول ہو کہ فلاں آیت نے فلاں آیت کو منسوخ کردیا ہے تو اس وقت نسخ تسلیم کیا جائے گا۔ چنانچہ اس تحدید کے بعد متأخرین کے نزدیک منسوخ آیات کی تعداد بہت کم رہ جاتی ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے صراحت کی ہے کہ منسوخ آیات صرف اکیس ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ نے علامہ سیوطیؒ کی بتائی ہوئی آیات پر غور کیا تو بہت ہی محققانہ اور عالمانہ بحث و تحقیق کے بعد ثابت کیا کہ صرف پانچ آیات منسوخ ہیں۔ وہ یہ ہیں:

(۱) البقرۃ: ۱۸۰- یہ آیتِ میراث (النساء-۱۱) کے ذریعے منسوخ ہے۔
(۲) الانفال: ۶۵- یہ اگلی آیت الانفال-۶۶ کے ذریعے منسوخ ہے۔
(۳) الاحزاب: ۵۲- یہ سورۃ احزاب ہی کی آیت ۵۰ سے منسوخ ہے۔
(۴) المجادلۃ: ۱۲- یہ اگلی آیت (المجادلۃ-۱۳) کے ذریعے منسوخ ہے۔
(۵) المزمل: ۲- یہ اسی سورت کی آیت ۲۰ سے منسوخ ہے۔

بعض محققین کے نزدیک صرف تین آیات منسوخ ہیں جو سورۂ نساء کے تیسرے رکوع میں بالترتیب واقع ہیں۔[۱۴]

نتیجۂ بحث

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ نسخ فی القرآن ایک ناقابل تردید حقیقت ہے اور

حکمتِ الٰہی کے عین مطابق ہے۔ یہ کوئی عیب نہیں ہے جس سے بچنے اور دور رہنے کی کوشش کی جائے اور قرآن کو اس سے خالی قرار دیا جائے۔ فہم قرآن اور اس سے اخذ واستنباط اور وعظ ونصیحت کے لئے ناسخ ومنسوخ سے واقف ہونا ازحد ضروری ہے۔ اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نسخ کا دائرہ صرف احکام تک محدود ہے۔ قصص، ایمانیات، اخلاقیات اور صفات الٰہی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ قرآن مجید کا نسخ صرف قرآن مجید سے ہوسکتا ہے۔ سنت اس کی توضیح وتفسیر کرتی ہے، اسے منسوخ نہیں کرتی۔ اس کے برعکس جو باتیں کہی جاتی ہیں وہ کسی مضبوط دلیل و برہان پر قائم نہیں ہیں۔ ادنیٰ تدبر سے ان کا ضعف ظاہر ہوجاتا ہے۔

حواشی ومراجع

۱۔ اقرب الموارد، السعید الجوزی الشرتوبی ج ۲ مادہ ن س خ، والمنجد فی اللغۃ والاعلام مادہ ن س خ۔

۲۔ علوم القرآن، ڈاکٹر صبحی صالح، ترجمہ وتحشیہ پروفیسر غلام احمد حریری، ۱۹۸۸ء مطبوعہ تاج پرنٹرز نئی دہلی، ص ۳۶۷۔

۳۔ علوم القران، محمد تقی عثمانی، نعیمیہ بکڈ پو دیوبند، باب ۴ ناسخ ومنسوخ، ص ۱۵۹۔

۴۔ الاتقان (اردو ترجمہ) جلال الدین السیوطی، فیض بخش اسٹیم پریس فیروزپور، سنہ نامعلوم۔ حصہ دوم، ص ۵۲۔

۵۔ اصول تدبر قران، امین احسن اصلاحی، ترتیب عبداللہ غلام احمد، تدبر لاہور پاکستان۔ اگست ۱۹۸۳ء۔

۶۔ حوالہ بالا

۷۔ حوالہ بالا

۸۔ اصول الفقہ، الامام ابوزہرہ، ص ۱۹۶

۹۔ اصول تدبر قرآن تدبر اگست ۱۹۸۳ء

۱۰۔ حجۃ اللہ البالغۃ، شاہ ولی اللہ دہلوی۔ الجزء الثانی ص ۱۲۴۔ باب اسباب النسخ۔
۱۱۔ الرسالۃ، امام الشافعیؒ، طبع بمبئی، سنہ ندارد، ص ۱۸-۱۷
۱۲۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو علوم القرآن، محمد تقی عثمانی، باب ۴ ناسخ و منسوخ۔
۱۳۔ ملاحظہ کیجیے مضمون ''نسخ فی القرآن کا مسئلہ'' از جناب ابراہیم عادل، شائع شدہ سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جولائی ستمبر ۱۹۹۲ء

☆

غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق

مولانا سید جلال الدین عمری

ہندوستان کے پس منظر میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان کیسے تعلقات ہونے چاہئیں: یہ موضوع کافی اہمیت اختیار کر گیا ہے، اس لئے کہ فرقہ پرستوں نے اس سلسلہ میں بہت سی غلط فہمیاں پیدا کر دی ہیں۔ مثلاً انھوں نے یہ پروپیگنڈا کیا ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کے علاوہ دوسرں کو موجب گردن زنی قرار دیتا ہے اور اس میں مذہبی رواداری اور توسّع نہیں پایا جاتا۔ اس کتاب میں غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک ان کی مذہبی آزادی اور مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان معاشرتی، معاشی اور سیاسی تعلقات پر اسلامی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے۔ فاضل مصنف کے جاندار اور رواں دار قلم نے سلیس اور دلکش اسلوب میں پیچیدہ مسائل کی گتھی سلجھائی ہے۔

ہندوستان کے پس منظر میں غیر مسلموں سے تعلقات کے موضوع پر اپنی نوعیت کی پہلی مفصل کتاب، دعوت و تبلیغ کے میدان میں کام کرنے والوں کی ایک اہم ضرورت

آفسیٹ کی حسین طباعت، عمدہ کاغذ، صفحات: ۳۳۲ قیمت (مجلّد) =/۱۰۰ روپے

ملنے کے پتے

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی، پوسٹ بکس نمبر: ۹۳ علی گڑھ-۱

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، دعوت نگر ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی-۲۵